☆ سحر جاوید

ناول ''پیر کاملﷺ'' فن کے آئینے میں

ناول نگاری ایک عملِ دقیق ہے۔ لفظ لفظ جوڑ کر، کرداروں کا جال بچھا کے، ایک خیال کو قصے میں ڈھال کر، پانچ، ساڑھے پانچ سو صفحات لکھ ڈالنا اور ہر صفحے کے ساتھ قاری کے ارتکاز کو باندھے رکھنا اسی صورت میں ممکن ہے جب کوئی قصہ گو فن ناول نگاری میں طاق ہو۔ ناول نگاری محض قصہ گڑنے کا نام نہیں بلکہ یہ لفظ (Novel) ''ناولٹی'' کا متقاضی ہے یعنی قصہ گوئی کے لیے بالکل انوکھا، نرالا اور نمایاں انداز اپنایا جائے اور عام سا قصہ بھی اس طرح کہا جائے کہ اس میں کوئی اچھوتا پن ہو۔ وقت کی تیز رفتاری نے قصہ گوئی پر بھی اپنے اثرات مرتب کیے ہیں اور ناول نگاری کا فن نت نئے تجربات کی چھلنی میں چھن کے کچھ اور نکھر کر سامنے آیا ہے۔ عمیرہ احمد کے مقبول ترین ناول ''پیر کاملﷺ'' کو فنِ ناول نگاری کے آئینے میں دیکھا جائے تو اس کا ایسا نکھرا روپ سامنے آتا ہے جیسے کوئی عام سا چہرہ مشاطہ کے ہاتھ لگنے کے بعد سج سنور گیا ہو۔

''پیر کاملﷺ'' کا تجزیہ فن کے حوالے سے کیا جائے تو ناول کا قصہ اس سلسلے میں اوّلیت کا درجہ رکھتا ہے۔ ناول کا قصہ دلچسپ اور سبق آموز ہے۔ ''پیر کاملﷺ'' دو مرکزی کرداروں امامہ ہاشم اور سالار سکندر کے تاریکی سے روشنی کی طرف سفر کی کہانی ہے۔ امامہ ہاشم، ناول کی ہیروئن، قادیانیت سے تائب ہو کر اسلام قبول کرتی ہے جبکہ ۱۵۰+ کا آئی کیو لیول رکھنے والا سالار سکندر مغربی تہذیب کے کھوکھلے پن کا شکار ہونے کے بعد مذہب کی آغوش میں آ کر سکون کا سانس لیتا ہے۔ ناول کا قصہ نو ابواب پر مشتمل ہے جس میں قدم قدم پر سسپنس، تحیر اور چونکا دینے والے واقعات کی مدد سے رنگینی پیدا کرنے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے یہی وجہ ہے کہ قاری اس وقت تک سکون نہیں پاتا جب تک قصے کو اختتام تک پڑھ نہ لے۔ ناول کا اختتام خوشگوار اور کسی بھی قسم کے ابہام سے پاک ہے۔ ناول نگاری میں قصے کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا بقول ای۔ایم فوسٹر:

> ''قصہ ناول کی ریڑھ کی ہڈی ہے۔''[۱]

ڈاکٹر ممتاز احمد خان کہتے ہیں:

> ''اگر قصہ یا کہانی نہ سنائی جائے تو ناول ہم کیوں پڑھیں؟
> قصہ کہانی پن اور ابلاغ سے اس طرح جڑا ہوا ہے جیسے رگوں
> میں دوڑتا ہوا خون۔''[۲]

ناول کا قصہ ترتیب سے پیش کرنا پلاٹ کہلاتا ہے۔ ناول نگار قصے کا تانا بانا اپنے ذہن میں بن لیتا ہے اور پھر خاص مہارت سے واقعات کو آگے پیچھے کرتے ہوئے قصہ بیان کرتا چلا جاتا ہے یعنی ایک کامیاب ناول کا دارومدار عمدہ پلاٹ نگاری پر ہے۔ ''پیر کاملﷺ'' کے پلاٹ کو مختلف تکنیکس کے ساتھ مزین کیا گیا ہے جس کی وجہ سے یہ ناول بڑی حد تک روایتی پلاٹ نگاری سے اختلاف کرتا دکھائی دیتا ہے۔ ناول کی کہانی بیان کرنے کے لیے کٹ اپ کی تکنیک استعمال کی گئی ہے۔ قصے کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں کاٹ کر سالار اور امامہ کے واقعات مہارت کے ساتھ آگے بڑھائے گئے ہیں۔ کمالِ فن یہ ہے کہ ہر ٹکڑے کو تجسس کی انتہا پر لا کر چھوڑ دیا جاتا ہے اور قاری کی توجہ دوسری طرف مبذول کر دی جاتی ہے۔ آغاز میں امامہ اور جویریہ کی پر تجسس گفتگو نامکمل چھوڑ کر نئے کردار سالار کا تعارف کروایا جاتا ہے اس کی بدتمیزی، شرارت اور غیر معمولی ذہانت کے چھوٹے چھوٹے واقعات بیان کر کے اس کی شخصیت کی پرتیں بتدریج کھولنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ناول میں واقعات پیش کرتے ہوئے زمانی ترتیب کا خیال رکھنے کی بجائے دلچسپی کا عنصر مدِ نظر رکھا گیا ہے۔ اس لیے جو قصہ ناول کے آغاز میں پیش

☆ ایم فل اُردو سکالر 15-2013، منہاج یونیورسٹی لاہور۔

کیا گیا اُسے پہلے باب کے اختتام پر پایۂ تکمیل کو پہنچایا گیا اور دوسرے باب کے آغاز میں کہانی کا رخ امامہ کے اسکول کے زمانے کی طرف موڑ دیا گیا حالانکہ آغاز میں اسے پری میڈیکل کی طالبہ دکھایا گیا تھا۔ پلاٹ کی بنت کا یہ انداز قصے میں قاری کی دلچسپی برقرار رکھتا ہے۔اس طرح کہانی کے واقعات ایک دوسرے سے پیوست رہتے ہیں اور قاری کے ذہن پر گرفت مضبوط کیے رکھتے ہیں۔ابوالاعجاز حفیظ صدیقی پلاٹ نگاری کی ایک خوبی بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''چست پلاٹ کی پہچان یہ ہے کہ اگر کوئی واقعہ یا واقعے کا کوئی جز پلاٹ سے نکال دیا جائے تو پلاٹ میں صرف خلا ہی پیدا نہیں ہوتا بلکہ پلاٹ کی عمارت ہی منہدم ہو جاتی ہے۔''[3]

کوئی بھی ناول مناسب تکنیکس کے استعمال کے بغیر ادھورا رہتا ہے۔تکنیکس کے استعمال سے ناول کی دلچسپی اور کامیابی میں چار چاند لگ جاتے ہیں۔ ناول نگاری کے عناصر کو عمدگی سے برتنے کا انداز تکنیک کہلاتا ہے۔تکنیک دراصل اُن اصول وضوابط کا مجموعہ ہوتا ہے جنھیں بروئے کار لاکر کوئی بھی ناول نگار اپنے ناول کو پایۂ تکمیل تک پہنچاتا ہے۔عمیرہ احمد نے اپنے ناول میں ''کٹ اپ'' کی تکنیک کے علاوہ کئی دوسری تکنیکس کو مہارت سے استعمال کیا ہے۔ان میں سرِ فہرست ''فلیش بیک'' کی تکنیک ہے۔چونکہ ناول کے واقعات ایک خاص زمانی ترتیب سے بیان نہیں کیے گئے اس لیے حال کو ماضی سے پیوست کرنے کے لیے فلیش بیک کی تکنیک مہارت سے استعمال کی گئی ہے۔اسی تکنیک کا سہارا لے کر سالار سکندر کے کردار کی تفہیم کی ہے۔ایک واقعے کو مختلف کرداروں کے تناظر سے دکھانے کے لیے بھی فلیش بیک کی تکنیک کا سہارا لیا گیا ہے لیکن واقعات کی یہ تکرار کہیں بھی اکتاہٹ کا شکار نہیں کرتی بلکہ کہیں ایک واقعے کو مکالمات کی مدد سے بیان کیا گیا ہے، کہیں بیانیہ کا سہارا لیا گیا ہے اور کہیں خود کلامیہ انداز اپنا کر اسی واقعے کو مختلف انداز میں پیش کیا گیا ہے۔اسی طرح ''شعور کی رو کی تکنیک'' کا استعمال کرتے ہوئے بھی انھوں نے ماضی، حال اور مستقبل کے واقعات ایک دوسرے میں مدغم کر دیے ہیں۔سکندر عثمان سائیکالوجسٹ کے پاس بیٹھے اپنے بیٹے کی غیر معمولی ذہانت سے آگاہ ہو رہے ہیں اور اسی دوران میں قاری سکندر عثمان کے ماضی میں جھانک آتا ہے جب سالار صرف دو سال کا تھا اور سکندر عثمان پہلی بار اپنے بیٹے کی غیر معمولی ذہانت سے واقف ہوتے ہیں۔اسی طرح کہیں خود کلامی کے ذریعے اور کہیں کردار کی یادداشت کے سہارے اور کہیں بلاواسطہ داخلی کلام اور بالواسطہ داخلی کلام کی مدد سے شعور کی رو کی تکنیک ناول کے صفحات پر جگمگاتی ہے۔

پیرِ کامل ﷺ میں بیانیہ کی تکنیک بھی اس قدر کامیابی سے برتی گئی ہے کہ کہیں آورد کا شائبہ تک نہیں ہوتا بلکہ ناول میں دریا کی سی روانی سے واقعات کو آگے بڑھایا گیا ہے یوں جیسے واقعات کا یہ دریا ناول کے سمندر میں مدغم ہونے کو پوری طرح تیار ہے۔ جہاں کہیں واقعات کی لہروں کا رخ کسی اور جانب موڑنا ہوتا ہے مصنفہ مہارت سے بیانیہ کا سہارا لے کر ابلاغ کو کامیاب بنا دیتی ہے۔ناول نگاری میں بیانیہ کی اہمیت سے مفر اختیار نہیں کیا جا سکتا۔شمس الرحمٰن فاروقی کہتے ہیں:

''بیانیہ وہ گاڑی ہے جس پر کردار اور واقعات سفر کرتے ہیں۔مناظر اور لینڈ اسکیپ بھی اسی کی کھڑکی سے دکھائی دیتے ہیں۔''[4]

شمس الرحمٰن فاروقی کے اس بیان کی روشنی میں ''پیرِ کامل ﷺ'' کو پرکھا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ بیانیہ کی تکنیک اس مہارت سے استعمال کی گئی ہے کہ منظر نگاری، جذبات نگاری، جزئیات نگاری اور کردار نگاری کے تمام تقاضے پورے ہو جاتے ہیں۔سالار سکندر کے خودکشی کے واقعات کی منظر نگاری اور جزئیات نگاری قاری کو دم سادھے واقعات پڑھتے چلے جانے پر مجبور کرتی ہے۔اسی طرح مارگلہ کی پہاڑی پر بندھا بے یار و مددگار سالار، جو موت کو ایک کھیل سمجھتا تھا، موت کو اپنے سامنے پا کر کس قدر لاچاری محسوس کرتا ہے۔قاری اس کیفیت میں کھو جاتا ہے اور جذبات کی اسی کیفیت سے دوچار ہوتا ہے جس سے عمیرہ نے سالار کو گزارا ہے۔خانہ کعبہ کے روح پرور مناظر میں سالار کی امامہ ہاشم کے لیے کی گئی دعا ہو یا ریڈ لائٹ ایریا میں امامہ کی موجودگی کا شک، ہر جگہ جذبات نگاری کا منفرد رنگ دکھائی دیتا ہے اور منظر کشی کا فسوں قاری کو گھیرے رکھتا ہے۔

در حقیقت عمیرہ ناول نگاری کے سبھی عناصر کو مناسب انداز میں برتنے کے ڈھنگ سے واقف ہیں۔ وہ قاری کی نبض شناس ہیں، انھیں قاری کی نفسیات سے آگاہی ہے۔ اسی نفسیات کو مدنظر رکھتے ہوئے وہ ناول کی یکہ گاڑی کو بیانیہ کے چابک سے ہانکتی ہیں۔ بعض اوقات بیانیہ کی چھڑی گھما کر قاری کو اس طرح ورطۂ حیرت میں ڈال دیتی ہیں کہ ناول کے اختتام تک قاری ایک نشے کی سی کیفیت میں رہتا ہے۔ بیانیہ کی روانی متاثر ہونے لگے تو مکالمات کے بروقت استعمال سے ناول پر گرفت مضبوط کر لیتی ہیں اور جہاں کہیں مکالمات کے اثرات گہری کھائی سے آتی گونج جیسے معلوم ہونے لگیں وہاں بیانیہ کا فسوں جگا کر واقعات کو آگے کی طرف دھکیلنے میں کامیاب ہو جاتی ہیں۔ احساسات اور کیفیات کا بیان ہو تو وہ قاری اور کردار کے درمیان حائل ہونے کی کوشش نہیں کرتیں بلکہ ایسے مواقع پر وہ خود ایک طرف ہو کے قاری اور کردار کو اکیلا چھوڑ دیتی ہیں تاکہ قاری کردار پر گزرنے والی جذباتی کیفیت کو آپ بیتی کی طرح محسوس کر سکے۔

عمدہ مکالمات کسی بھی اچھے ناول کی جان ہوتے ہیں۔ انھی مکالمات کی وجہ سے کرداروں کے آپس کے تعلقات کی نوعیت سامنے آتی ہے، کرداروں کی شخصیت واضح ہوتی ہے اور ناول کی کہانی آگے بڑھتی ہے۔ ''پیر کامل ﷺ'' کے مکالمات فطری، برجستہ اور برمحل ہیں۔ کہیں سادہ اور مختصر مکالمات سے کام لیا گیا ہے تو کہیں لمبے اور خوبصورت مکالمات بھی دیکھنے میں آتے ہیں۔ مکالمات کے استعمال کی نوعیت واقعات کی ترتیب آگے بڑھانے میں مدد بھی دیتی ہے اور کردار کی دروں بینی میں کارآمد ثابت ہوتی ہے۔ ویسے تو پورے ناول کے مکالمات پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں لیکن امامہ اور سالار کے درمیان ہونے والے درج ذیل مکالمے کی اہمیت پورے ناول میں اپنی جگہ مسلم ہے۔ ملاحظہ ہو:

''کیا پوچھتے ہو تم لوگوں سے؟

''بہت آسان سا سوال ہے مگر ہر ایک کو مشکل لگتا ہے۔ What is next to ecstasy?''

اس نے گردن موڑ کے امامہ سے پوچھا۔

وہ کچھ دیر اسے دیکھتی رہی پھر اس نے مدھم آواز میں کہا۔ ''Pain''

And what is next to pain؟ سالار کے بلاتوقف ایک اور سوال کیا۔

''Nothingness''

''What is next to nothingness?'' سالار نے اسی انداز میں ایک اور سوال کیا۔

''Hell'' امامہ نے کہا۔

''And what is next to hell?'' اس بار امامہ خاموشی سے اس کا چہرہ دیکھتی رہی۔

''What is next to hell?'' سالار نے پھر اپنا سوال دہرایا۔

''تمہیں خوف نہیں آتا'' سالار نے امامہ کو قدرے عجیب سے انداز میں پوچھتے سنا۔

''کس چیز سے؟'' سالار حیران ہوا۔

''Hell سے.... اس جگہ سے جس کے آگے اور کچھ بھی نہیں ہوتا.... سب کچھ اس کے پیچھے رہ جاتا ہے.... معتوب اور مغضوب ہو جانے کے بعد بچتا کیا ہے جسے جاننے کا تمہیں تجسس ہے۔'' امامہ نے قدرے افسوس سے کہا۔ ۵

درج بالا مکالمات سالار کی زندگی کے لاابالی پن اور امامہ کے تجربے کی گہرائی واضح کرنے کے ساتھ ساتھ زندگی کا گہرا فلسفہ بیان کرتے ہیں۔ ان مکالمات کو ناول کا مغز کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ یہ مکالمات امامہ سے دوری کے بعد سالار کا تعاقب کرتے رہتے ہیں اور انھی مکالمات کے تعاقب میں چلتے ہوئے سالار سکندر زندگی کی بے مقصدیت سے پیچھا چھڑانے میں کامیاب ہوتا ہے۔

کامیاب ناول نگاری اور کردار نگاری لازم و ملزوم ہیں۔ ''پیر کامل ﷺ'' میں بہت سے کرداروں کا ایک جہان آباد ہے۔ مرد کرداروں میں سالار

سکندر، جلال انصر، سیّد سبط علی، سکندر عثمان، ڈاکٹر فرقان کے کردار اہم ہیں جبکہ نسوانی کرداروں میں امامہ ہاشم، سعیدہ اماں، جویریہ اور طیبہ کے کردار اہمیت کے حامل ہیں۔ علاوہ ازیں ان سب کرداروں کی تفہیم کے لیے کئی ضمنی کردار بھی دیکھے جاسکتے ہیں جن کے بنا مرکزی کرداروں کو سمجھنا مشکل ہو جاتا ہے۔ ''پیر کامل ﷺ'' میں متحرک اور زندہ کردار پیش کیے گئے ہیں۔ ایسے کردار جو ناول کی پہچان بن جاتے ہیں۔ یہ کردار محض مصنفہ کے ہاتھوں کی کٹھ پتلی نہیں ہیں بلکہ ایسے متحرک کردار ہیں جو قاری کے سامنے اپنا آپ خود منواتے ہیں۔ مصنفہ ان کرداروں کو پیش کر کے خود ایک طرف ہو جاتی ہیں اور قاری کے ساتھ کرداروں کو تنہا چھوڑ دیتی ہیں۔ قاری انھیں پہنچانتا ہے، ان کے بارے میں اچھی بری رائے قائم کرتا ہے، کسی کردار کے لیے محبت کا جذبہ محسوس کرتا ہے تو کسی کے لیے نفرت کے جذبات پنپتے ہیں، کسی کردار کے لیے اس کے دل میں ہمدردی جاگتی ہے تو کسی کردار پر بے اختیار غصہ آنے لگتا ہے۔ یہ زندہ و جاوید کرداروں کی علامت ہے کہ وہ قاری کو اپنے آس پاس چلتے پھرتے معلوم ہوتے ہیں کسی اور دنیا کی مخلوق نہیں لگتے۔ الغرض اس ناول کے کرداروں کا بغور مطالعہ کیا جائے تو ڈاکٹر محمد عارف کے درج ذیل الفاظ کی گونج دکھائی دیں گے:

> ''ناول میں حقیقی لوگوں کی مانند کردار سیاہ و سفید کا مرکب ہوتے ہیں۔ کوئی بھی برائی یا عیب سے مبرا اور سراسر نیکی یا خوبی کا مجموعہ نہیں البتہ چند خاصے اچھے اور قدرے برے اور دیگر خاصے برے اور قدرے اچھے ہو سکتے ہیں۔''۶

القصہ مختصر ''پیر کامل ﷺ'' فنی اعتبار سے ایک مکمل ناول ہے جس میں واقعات کے بیان سے پلاٹ نگاری تک، تکنیکس کے استعمال سے کردار نگاری تک ناول کے تمام عناصر کو مہارت سے برتا گیا ہے۔ ایک آخری بات، جو سب سے اہم ہے کہ اس ناول نے نوجوان نسل کو کتاب کی طرف مائل کیا ہے۔ جدید ٹیکنالوجی کے دور میں نسلِ نو کا کتب بینی کی طرف مائل ہونا ایک مثبت قدم ہے۔ میرا خیال ہے کہ ''پیر کامل ﷺ'' کو اردو ادب میں فخر کے ساتھ پیش کیا جانا چاہیے اس لیے کہ یہ ناول عوامی حلقے میں مقبول ہونے کے ساتھ ساتھ فنی اعتبار سے ناول کی سبھی تعریفات پر پورا اترتا ہے۔

حوالہ و حواشی:

۱۔ احسن فاروقی، ڈاکٹر، ناول کیا ہے؟، کراچی، جاوید پریس، اگست: 1965ء ص:18

۲۔ ممتاز احمد خان، ڈاکٹر، اردو ناول کے چند اہم زاویے؛ کراچی، انجمن ترقی اردو پاکستان؛ 2003ء ص:۱۴

۳۔ ابوالاعجاز حفیظ صدیقی، اصنافِ ادب، لاہور، سنگت پبلشرز؛ 2012، ص:52

۴۔ شمس الرحمٰن فاروقی، تخلیق، تنقید اور نئے تصورات، محمد حمید شاہد (انتخاب و ترتیب) اسلام آباد، پورب اکادمی؛ 2011ء ص:231

۵۔ عمیرہ احمد، پیر کامل ﷺ، لاہور، فیروز سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، (اشاعت دوم) 2008ء؛ ص: 180.181

۶۔ محمد عارف، ڈاکٹر، پروفیسر، اردو ناول اور آزادی کے تصورات؛ لاہور، پاکستان رائٹرز کوآپریٹو سوسائٹی؛ 2006ء ص: 27